کلام الامام، امام الکلام

اعلیٰحضرت کے نعتیہ کلام کا مجموعہ

حدائقِ بخشش

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃٌ وَ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرٌ

کلام الامام وامام الکلام

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام کا مجموعہ

حدائقِ بخشش

کمپوزنگ ڈیپارٹمینٹ: ڈیجیٹل لائبریری فکرِ اعلیٰحضرت

برائے ویب سائٹ www.alahazratnetwork.org

ذریعۂ قادریہ
۱۳۰۵ھ

الحمدلله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید العالمین و اٰله وابنه و حزبه اجمعین

وصل اول در نعت اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واہ! کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

واہ! کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا	"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا	تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالہ تیرا	آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا	اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں	خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان	صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب	یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں	کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا	خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اسکے خلاف	تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازے ہوں جانیں سیراب	سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

دل عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے　　پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی　　مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی　　اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمّا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال　　جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں　　رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے　　محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

تُو جو چاہے تو ابھی مَیل مِرے دل کے دھلیں　　کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے　　تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تُو نے اسلام دیا تُو نے جماعت میں لیا　　تُو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابہء ناب　　کون لادے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے　　تیرے ہی در پہ مَرے بیکس و تنہا تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری　　جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حرمِ طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ　　جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

وصل دوم در منقبت آقائے اکرم حضور غوث اعظم

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سَر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا — اولیاء مَلتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو — اے خضر مجمعِ بحرین ہے چشمہ تیرا

قسمیں دے دے کہ کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے — پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفٰے کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا — جس نے دیکھا مری جاں جلوہء زیبا تیرا

ابنِ زہرا کو مبارک ہو عروسِ قدرت — قادری پائیں تصدق مرے دولھا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابنِ ابی القاسم ہے — کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

نبوی مینھ، علوی فصل، بتولی گلشن — حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

نبوی ظل، علوی برج، بتولی منزل — حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا

نبوی خور، علوی کوہ، بتولی معدن — حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا

بحر و بر، شہر و قری، سہل و حزن، دشت و چمن — کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعوی تیرا

حُسنِ نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں — آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

عرضِ احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر
آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستا تیرا

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں، مَیل کے خول
آ برس جا کہ نہا دھو لے یہ پیاسا تیرا

''آب آمد'' وہ کہے اور میں ''تیمّم برخاست''
مشتِ خاک اپنی ہو اور نور کا اہلا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

تیری عزت کے نثار اے مرے غیرت والے
آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بُردا تیرا

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی
کہ وہی ناں، وہ رضؔا بندۂ رسوا تیرا

اے رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سید جیدِ ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

فخرِ آقا میں رضؔا اور بھی اک نظمِ رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نواسنج رہے گا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

بقسم کہتے ہیں شاہانِ صریفین و حریم
کہ ہُوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

تجھ سے اور دہر کے اقطاب سے نسبت کیسی
قطب خود کون ہے خادم ترا چیلا تیرا

سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

شجر و سرو سہی کس کے اگائے تیرے
معرفت پھول سہی کس کا کھلایا تیرا

تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن گوندھ کے سہرا تیرا

ڈالیاں جھومتی ہیں رقصِ خوشی جوش پہ ہے
بلبلیں جھولتی ہیں گاتی ہیں سہرا تیرا

گیت کلیوں کی چٹک، غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانا تیرا

صفِ ہر شجر میں ہوتی ہے سلامی تیری
شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا

کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوہء نور
نہیں کس آئینہ کے گھر میں اجالا تیرا

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اور محبوب ہیں ہاں پر سبھی یکساں تو نہیں
یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا

اس کو سو فرد سراپا بفراغت اوڑھیں
تنگ ہو کر جو اُترنے کو ہو نیما تیرا

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا

تاجِ فرقِ عرفاً کس کے قدم کو کہیے
سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا ؟ تیرا

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشے والوں نے بھلا سُکر نکالا تیرا

وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حضیض
اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

دلِ اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا

عکس کا دیکھ کے منھ اور بپھر جاتا ہے
چار آئینہ کے بل کا نہیں نیزا تیرا

کوہ سر مکھ ہو تو اک وار میں دو پرکالے
ہاتھ پڑتا ہی نہیں بھول کے اوچھا تیرا

اس پہ یہ قہر کہ اب چند مخالف تیرے
چاہتے ہیں کہ گھٹا دیں کہیں پایہ تیرا

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا

ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سم قاتل ہے خدا کی قسم ان کا انکار
"منکرِ فضلِ حضور" آہ یہ لکھا تیرا

میرے سیاف کے خنجر سے تجھے باک نہیں
چیر کے دیکھے کوئی آہ کلیجا تیرا

ابن زہرا سے ترے دل میں ہیں یہ زہر بھرے
بل بے او منکرِ بے باک یہ زہرا تیرا

بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتی
دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

سگِ در قہر سے دیکھے تو بکھرتا ہے ابھی
بند بندِ بدن اے روبہء دنیا تیرا

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہے پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تری
دَم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے　　جس کو چمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر　　کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رجیم　　الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغریٰ تیرا

نزع میں، گور میں، میزاں پہ سرِ پل پہ کہیں　　نہ چُھٹے ہاتھ سے دامانِ معلّیٰ تیرا

دھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر　　مطمئن ہوں کہ مرے سر پہ ہے پلا تیرا

''بہجت'' اس سرکی ہے جو''بہجۃ الاسرار'' میں ہے　　کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

اے رضا چیست غم از جملہ جہاں دشمنِ تُست
کردہ ام مامنِ خود قبلۂ حاجاتے را

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

خم ہوگئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے
سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقب خاکِ شہنشاہ سے پایا
جو حیدرِ کرار کہ مولےٰ ہے ہمارا

اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفون شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضؔا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

غم ہو گئے بے شمار آقا

غم ہو گئے بے شمار آقا — بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا — آقا آقا سنوار آقا
منجدھار پہ آ کے ناؤ ٹوٹی — دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا
ٹوٹی جاتی پیٹھ میری — للہ یہ بوجھ اتار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ — بھاری ہے ترا وقار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے — تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دُور ہوں تم تو ہو مرے پاس — سن لو میری پکار آقا
مجھ سا کوئی غم زدہ نہ ہو گا — تم سا نہیں غم گسار آقا
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی — ڈوبا ڈوبا، اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے — میں وہ کہ بدی کو عار آقا
پھر منھ نہ پڑے کبھی خزاں کا — دے دے ایسی بہار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے — میرا ہے وہ نامدار آقا
ہے مُلکِ خدا پہ جس کا قبضہ — مرا ہے وہ کامگار آقا
سویا کئے نابکار بندے — رویا کئے زار زار آقا
کیا بھول ہے انکے ہوتے کہلائیں — دنیا کے یہ تاجدار آقا
اُن کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں — ایسے ایسے ہزار آقا
بے ابرِ کرم کے میرے دھبے — لَا تَغْسِلُهَا الْبِحَار آقا

اتنی رحمت رضؔا پہ کر لو
لَا یَقْرُبُهُ الْبَوَار آقا

محمد ﷺ مظہرِ کامل ہے حق کی شان عزت کا

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجادِ خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا
تعالیٰ اللہ! ماہِ طیبہ عالَم تیری طلعت کا

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دَورِ زلفِ والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

صفِ ماتم اٹھے، خالی ہو زنداں، ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو! چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یا رب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کرکے حیرت کا

اِدھر امت کی حسرت پر اُدھر خالق کی رَحمت پر
نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا

بڑھیں اس درجہ موجیں کثرتِ افضال والا کی
کنارہ مل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

خمِ زلفِ نبی ساجد ہے "محرابِ دو ابرو میں"
کہ یا رب تو ہی والی ہے سیہ کارانِ امت کا

مدد اے جوششِ گریہ بہا دے کوہ اور صحرا
نظر آجائے جلوہ بے حجاب اس پاک تربت کا

ہوئے کم خوابیٔ ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے اَستارِ تربت کا

یقیں ہے وقتِ جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
مَلے جوشِ صفائے جسم سے پابوس حضرت کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہمِ کافور ہاتھ آیا
دلِ زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

الٰہی منتظر ہوں وہ خرامِ ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخوابِ بصارت کا

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِ ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

زبانِ خار کس کس درد سے ان کو سنائی ہے
تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افگارِ فرقت کا

سرھانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا ماتم ہے
شہِ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

جنھیں مرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو اُن میں صدقہ اپنی رحمت کا

وہ چمکیں بجلیاں یا رب تجلی ہائے جاناں سے
کہ چشمِ طور سرمہ ہو دلِ مشتاق رویت کا

رضائے خستہ! جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن ان کی رحمت کا

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دے دو وعدہء دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

شاد ہے فردوس یعنی ایک دن
قسمتِ خدام ہو ہی جائے گا

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں
نفس تُو تو رام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یادِ گیسو ذکرِ حق ہے "آہ" کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

سائلو! دامن سخی کا تھام لو
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

یادِ ابرو کر کے تڑپو بلبلو!
ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائے گا

مفلسو! اُن کی گلی میں جا پڑو
باغِ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

گر یونہی رحمت کی تاویلیں رہیں
مدح ہر الزام ہو ہی جائے گا

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو
شیخِ دُرد آشام ہو ہی جائے گا

غم تو اُن کو بھول کر لپٹا ہے یوں
جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا

مٹ! کہ گر یونہی رہا قرضِ حیات
جان کا نیلام ہو ہی جائے گا

عاقلو! اُن کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا

اب تو لائی ہے شفاعت عفو پر
بڑھتے بڑھتے عام ہو ہی جائے گا

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

لم یات نظیرک فی نظرٍ

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلاَوَالْمَوْجُ طَغٰی من بیکس وطوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْهِ الْاَجْمَلْ خط ہالہء مہ زلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِی عَطَشٍ وَّسَخَاکَ اَتَم اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِی اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھاً لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عہد حضور بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٌ وَّالْھَمُّ شَجُوْن دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں میرا کون ہے تیر سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقاً یک شعلہ دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہء خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اِس راہ پڑا جانا

نہ آسمان کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضورِ خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا

اگر گلوں کو خزاں نا رسیدہ ہونا تھا
کنارِ خارِ مدینہ دمیدہ ہونا تھا

حضور ان کے خلافِ ادب تھی بیتابی
مری امید! تجھے آرمیدہ ہونا تھا

نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اسقدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا

کنارِ خاکِ مدینہ میں راحتیں ملتیں
دلِ حزیں! تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا

پناہِ دامنِ دشتِ حرم میں چین آتا
نہ صبرِ دل کو غزالِ رمیدہ ہونا تھا

یہ کیسے کُھلتا کہ انکے سوا شفیع نہیں
عبث نہ اوروں کے آگے تپیدہ ہونا تھا

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہِ کامل کو
سلامِ ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

لَاَمْــــلَــئَنَّ جَهَــــنَّـــم تھا وعدہ ازلی
نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا

نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی
کہ صبحِ گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

بجا تھا عرش پہ خاکِ مزارِ پاک کو ناز
کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

گزرتے جان سے اک شورِ ''یا حبیب'' کے ساتھ
فغاں کو نالہء حلق بریدہ ہونا تھا

مرے کریم گنہ زہر ہے مگر آخر
کوئی تو شہدِ شفاعت چشیدہ ہونا تھا

جو سنگِ در پہ جبیں سائیوں میں تھا مٹنا
تو میری جان شرار جہیدہ ہونا تھا

تری قبا کے نہ کیوں نیچے نیچے دامن ہوں
کہ خاکساروں سے یاں کب کشیدہ ہونا تھا

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہِ گاہ حبیب
تو پیارے قید خودی سے رہیدہ ہونا تھا

شورِ مہ نو سن کر تجھ تک میں دواں آیا

شورِ مہِ نَو سن کر تجھ تک میں دواں آیا
ساقی میں ترے صدقے مے دے رمضاں آیا

اِس گل کے سوا ہر پھول باگوشِ گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا

جب بامِ تجلی پر وہ نیرِ جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا

جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا
اب تک کہ ہر اک کا منھ کہتا ہوں کہاں آیا

طیبہ کو سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو! جب عہدِ خزاں آیا

سر اور وہ سنگِ در آنکھ اور وہ بزمِ نور
ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی
لو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

طیبہ سے ہم آئے ہیں کہیے تو جناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

لے طوقِ الم سے اب آزاد ہو اے قمری
چٹھی لئے بخشش کی وہ سروِ رواں آیا

نامہ سے رضؔا کے اب مٹ جاؤ برے کامو
دیکھو مرے پلہ پر وہ اچھے میاں آیا

بدکار رضا خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے
وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

معروضہ ۱۲۹۶ھ بعد واپسی زیارت مطہرہ بار اول

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا	تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا
نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی	قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا
وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جسمیں مَل ڈالا	فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا
یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس	ستمگر اُلٹی چھری سے ہمیں حلال کیا
یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم	چھڑا کے سنگِ درِ پاک سروبال کیا
چمن سے پھینک دیا آشیانہء بلبل	اجاڑا خانہء بیکس بڑا کمال کیا
ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا	یہ کیا سمائی کہ دُور اِن سے وہ جمال کیا
حضور اُن کے خیالِ وطن مٹانا تھا	ہم آپ مٹ گئے اچھا فراغ بال کیا
نہ گھر کا رکھا نہ اُس در کا ہائے ناکامی	ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا
جو دل نے مَر کے جلایا تھا مَنتوں کا چراغ	ستم کہ عرض رہِ صرصرِ زوال کیا
مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا	یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا
تُو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب	بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا
ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ	یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولےٰ نے
سگانِ کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا

بندہ ملنے کو قریبِ حضرت قادر گیا — لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم — تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا — کُھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اُڑنے لگی — بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا — تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

مومن اُن کا کیا ہوا اللہ اُس کا ہو گیا — کافر اُن سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

وہ کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی — وہ کہ اُس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا

مجھ کو دیوانہ بتاتے ہو میں وہ ہشیار ہوں — پاؤں جب طوفِ حرم میں تھک گئے سر پھر گیا

رحمۃ للعالمین آفت میں ہوں کیسی کروں — میرے مولیٰ میں تو اس دل سے بلا میں گھر گیا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ — جن سے اتنے کافروں کا دفعتًا منھ پھر گیا

کیوں جنابِ بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منھ پھر گیا

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مَرے — یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا — فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا — بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا

ٹھوکریں کھاتے پھروگے انکے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیء رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قرباں گیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عرب

تابِ مرآتِ سحر گردِ بیابانِ عرب
غازۂ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب

اللہ اللہ بہارِ چمنستانِ عرب
پاک ہیں لوثِ خزاں سے گل و ریحانِ عرب

جوششِ ابر سے خونِ گلِ فردوس گرے
چھیڑ دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب

تشنۂ نہرِ جناں ہر عربی و عجمی
لب ہر نہرِ جناں تشنۂ نیسانِ عرب

طوقِ غم آپ ہوائے پرِ قُمری سے گرے
اگر آزاد کرے سروِ خرامانِ عرب

مہر "میزاں" میں چھپا ہو تو "حمل" میں چمکے
ڈالے اک بوند شب دے میں جو بارانِ عرب

عرش سے مژدۂ بلقیسِ شفاعت لایا
طائرِ سدرہ نشیں مرغِ سلیمانِ عرب

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفتان ہے ہر اک گوشۂ کنعانِ عرب

بزمِ قدسی میں ہے یادِ لبِ جاں بخش حضور
عالمِ نور میں ہے چشمۂ حیوانِ عرب

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خسروِ خیلِ مَلَک، خادمِ سلطانِ عرب

بلبل و نیلپرو کبک بنو پروانو!
مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغانِ عرب

حور سے کیا کہیں موسیٰ سے مگر عرض کریں
کہ ہے وہ خود حسنِ ازل طالبِ جانانِ عرب

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

پھر اٹھا ولولہ یادِ مغیلان عرب

پھر اٹھا ولولہء یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ہزارانِ عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابانِ عرب

میٹھی باتیں تری دینِ عجم ایمانِ عرب
نمکیں حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

اب تو ہے گریہ خوں گوہر دامانِ عرب
جسمیں دو لعل تھے زہرا کے وہ تھی کانِ عرب

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں
کہ بہت دُور رہے خارِ مغیلانِ عرب

فصلِ گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار
پھولتے پھلتے ہیں بے فصل گلستانِ عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب

عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستانِ عرب

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ خندانِ عرب

شادیء حشر ہے صدقے میں چُھٹیں گے قیدی
عرش پر دھوم سے ہے دعوتِ مہمانِ عرب

چرچے ہوتے ہیں یہ کمھلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابانِ عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزارانِ عرب

ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضا
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

جوبنوں پر ہے بہارِ چمن آرائیء دوست

جوبنوں پر ہے بہارِ چمن آرائیء دوست
خلد کا نام لے بلبلِ شیدائیء دوست

تھک کے بیٹھے تو درِ دل پہ تمنائیء دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائیء دوست

عرصہء حشر کجا موقفِ محمود کجا
ساز ہنگاموں سے رکھتی نہیں یکتائیء دوست

مہر کس منھ سے جلوداریء جاناں کرتا
سایہ کے نام سے بیزار ہے یکتائیء دوست

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمرِ جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائیء دوست

ان کو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشا کریں تنہائیء دوست

کعبہ و عرش میں کہرام ہے ناکامی کا
آہ کس بزم میں ہے جلوہء یکتائیء دوست

حُسنِ بے پردہ کے پردے نے مٹا رکھا ہے
ڈھونڈنے جائیں کہاں جلوہء ہر جائی دوست

شوق روکے نہ رُکے، پاؤں اُٹھائے نہ اُٹھے
کیسی مشکل میں ہیں اللہ تمنائیء دوست

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائیء دوست

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائیء دوست

طُور پر کوئی، کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائیء دوست

اَنْتَ فِیْھِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائیء دوست

رنجِ اعدا کا رضؔا چارہ ہی کیا ہے کہ انھیں
آپ گستاخ رکھے حلم وشکیبائیء دوست

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

مولیٰ گلبن، رحمتِ زَہرا، سبطین اِس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثماں، حیدر ہر اک اُس کی شاخ

شاخِ قامتِ شہ میں زلف و چشم و رخسار ولب ہیں
سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اپنے اِن باغوں کا صدقہ وہ رحمت کا پانی دے
جس سے نخلِ دل میں ہو پیدا پیارے تیری ولا کی شاخ

یادِ رُخ میں آہیں کرکے بن میں میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں، نیساں برسا، کلیاں چٹکیں، مہکی شاخ

ظاہر و باطن اول و آخر زیبِ فروع و زینِ اُصول
باغِ رسالت میں ہے تو ہی گل، غنچہ، جڑ، پتی، شاخ

آلِ احمد خُذ بیدی یا سیدِ حمزہ کُن مددی
وقتِ خزانِ عمرِ رضا ہو برگِ ہُدیٰ سے نہ عاری شاخ

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ — کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد ﷺ
مکاں عرش اُن کا فلک فرش اُن کا — مَلک خادمانِ سرائے محمد ﷺ
خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالَم — خدا چاہتا ہے رِضائے محمد ﷺ
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر — خدائے محمد ﷺ برائے محمد ﷺ
محمد ﷺ برائے جناب الٰہی — جنابِ الٰہی برائے محمد ﷺ
بسی عطرِ محبوبیِ کبریا سے — عبائے محمد قبائے محمد ﷺ
بہم عہد باندھے ہیں وصلِ ابد کا — رِضائے خدا اور رِضائے محمد ﷺ
دَمِ نزع جاری ہو میری زَباں پر — محمد محمد خدائے محمد ﷺ
عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا — گِروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ
میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت — یہ آنِ خدا وہ خدائے محمد ﷺ
محمد کا دم خاص بہرِ خدا ہے — سوائے محمد برائے محمد ﷺ
خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے — جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد ﷺ
جلوو میں اِجابت خواصی میں رَحمت — بڑھی کس تزُک سے دعائے محمد ﷺ
اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا — دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
رَضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ربِ سَلِّمْ صدائے محمد ﷺ

اے شافعِ امم شہِ ذی جاہ لے خبر

اے شافعِ اُمم شہِ ذی جاہ لے خبر لِلّٰہ لے خبر مری لِلّٰہ لے خبر

دریا کا جوش، ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا میں ڈوبا، تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا اُن کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

منزل نئی عزیز جدا لوگ ناشناس ٹوٹا ہے کوہِ غم میں پرِکاہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

اہلِ عمل کو اُن کے عمل کام آئیں گے میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

پُر خار راہ، برہنہ پا، تشنہ آب دُور مولیٰ پڑی ہے آفتِ جانکاہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں، آفتاب گرم کوثر کے شاہ کثَّرَہُ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندہء درگاہ لے خبر

در منقبت حضورِ غوثِ اعظم

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر
سِرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

مفتیِ شرع بھی ہے قاضیِ ملت بھی ہے
علمِ اَسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

منبعِ فیض بھی ہے مجمعِ افضال بھی ہے
مہرِ عرفاں کا منور بھی ہے عبدالقادر

قطب ابدال بھی ہے محورِ ارشاد بھی ہے
مرکزِ دائرہ سر بھی ہے عبدالقادر

سلکِ عرفاں کی ضیا ہے یہی "دُرِّ مختار"
فخرِ اَشباہ و نظائر بھی ہے عبدالقادر

اس کے فرمان ہیں سب شارحِ حکمِ شارع
مظہرِ ناہی و آمر بھی ہے عبدالقادر

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالَم کا مُدبّر بھی ہے عبدالقادر

رشکِ بلبل ہے رضا لالہ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبدالقادر

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر

گزرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر   رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر
رُخِ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی   رہ گیا بوسہ دہِ نقشِ کفِ پا ہو کر
وائے محرومیءِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس   رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر
چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ   برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہو کر
صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال   رشکِ گلشن جو بنا غنچہءِ دل وا ہو کر
گوشِ شہ کہتے ہیں فریاد رسی کو ہم ہیں   وعدہءِ چشم سے بخشائیں گے گویا ہو کر
پائے شہ پر گرے یارب تپشِ مہر سے جب   دلِ بے تاب اُڑے حشر میں پارا ہو کر
ہے یہ امید رضا کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیءِ دوزخ ترا بندہ ہو کر

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہارِ عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض

جیسے قرآن ہے ورد اِس گلِ محبوبی کا
یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقارِ عارض

گرچہ قرآں ہے نہ قرآں کی برابر لیکن
کچھ تو ہے جس پہ ہے وہ مدح نگارِ عارض

طُور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوۂ گرم
آپ عارض ہو مگر آئینہ دارِ عارض

طرفہ عالم ہے وہ قرآن اِدھر دیکھیں اُدھر
مصحفِ پاک ہو حیرانِ بہارِ عارض

ترجمہ ہے یہ صفت کا وہ خود آئینۂ ذات
کیوں نہ ہو مصحف سے زیادہ ہو وقارِ عارض

جلوہ فرمائیں رخِ دل کی سیاسی مٹ جائے
صبح ہو جائے الٰہی شبِ تارِ عارض

نامِ حق پر کرے محبوب دل و جاں قرباں
حق کرے عرش سے تا فرش نثارِ عارض

مشکِ بو، زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلبِ زلف و تارِ عارض

حق نے بخشا ہے کرم نذرِ گدایاں ہو قبول
پیارے اک دل ہے وہ کرتے ہیں نثارِ عارض

آہ بے مائگیٔ دل کہ رضائے محتاج
لے کر اک جان چلا بہرِ نثارِ عارض

تمہارے ذرے کے پر تو ستار ہائے فلک

تمہارے ذرے کے پر تو ستار ہائے فلک　　تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک
اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں　　مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک
سرِ فلک نہ کبھی تابہ آستاں پہنچا　　کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک
یہ مِٹ کے اُن کے روش پر ہُوا خود اُنکی روش　　کہ نقشِ پا ہے زمیں پر نہ صوت پائے فلک
تمہاری یاد میں گزری تھی جاگتے شب بھر　　چلی نسیم، ہوئے بند دیدہائے فلک
نہ جاگ اٹھیں کہیں اہلِ بقیع کچی نیند　　چلا یہ نرم نہ نکلی صدائے پائے فلک
یہ اُن کے جلوہ نے کیں گرمیاں شبِ اسرا　　کہ جب سے چرغ میں ہیں نقرہ وطلائے فلک
مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن　　گیا جو کاسئہ مہ لے کے شب گدائے فلک
رہا جو قانعِ یک نانِ سوختہ دن بھر　　ملی حضور سے ''کانِ گہر'' جزائے فلک
تجملِ شبِ اسرا ابھی سمٹ نہ چکا　　کہ جب سے ویسی ہی کوتل ہیں سبز ہائے فلک
خطابِ حق بھی ہے درباب خلق مَـنْ اَجْـلِکْ　　اگر ادھر سے دمِ حمد ہے صدائے فلک
یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے　　رواں ہے بے مددِ دست آسیائے فلک

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب ''زمینِ فلک'' کا ہوا سمائے فلک

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل

کیا ٹھیک ہو رخِ نبوی پر مثالِ گل
پامال جلوہء کفِ پا ہے جمالِ گل

جنت ہے اُن کے جلوہ سے جویائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوالِ گل

اُن کے قدم سے سلعہء غالی ہوئی جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلالِ گل

سنتا ہوں عشقِ شاہ میں دل ہوگا خوں فشاں
یا رب یہ مژدہ سچ ہو مبارک ہو فالِ گل

بلبل حرم کو چل غمِ فانی سے فائدہ
کب تک کہے گی ہائے وہ غنچہ وہ لالِ گل

غمگیں ہے شوقِ غازہ خاکِ مدینہ میں
شبنم سے دھل سکے گی نہ گردِ ملالِ گل

بلبل یہ کیا کہا میں کہاں فصلِ گل کہاں
امید رکھ کہ عام ہے جود و نوالِ گل

بلبل! گھرا ہے ابر والا مژدہ ہو کہ اب
گرتی ہے آشیانہ پہ برقِ جمالِ گل

یا رب ہرا بھرا رہے داغِ جگر کا باغ
ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گل

رنگِ مژدہ سے کر کے تجمل یادِ شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطرِ جمالِ گل

میں یادِ شہ میں روؤں عنادل کریں ہجوم
ہر اشکِ لالہ فام پہ ہو احتمالِ گل

ہیں عکسِ چہرہ سے لبِ گلگوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدرِ گل سے شفق میں ہلالِ گل

نعتِ حضور میں مترنم ہے عندلیب
شاخوں کے جھومنے سے عیاں وجد و حالِ گل

بلبل گلِ مدینہ ہمیشہ بہار ہے
دو دن کی ہے بہار فنا ہے مآلِ گل

شیخین اِدھر نثار غنی و علی اُدھر
غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمالِ گل

چاہے خدا تو پائیں گے عشقِ نبی میں خلد
نکلی ہے نامہء دلِ پُرخوں میں فالِ گل

کر اُس کی یاد جس سے ملے چین عندلیب
دیکھا نہیں کہ خارِ الم ہے خیالِ گل

دیکھا تھا خوابِ خارِ حرم عندلیب نے
کھٹکا کیا ہے آنکھ میں شب بھر خیالِ گل

اُن "دو" کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجیے رضا کو حشر میں خنداں مثالِ گل

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذَقن پھول بدن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں "بن" پھول
اِس غنچہء دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن! پھول

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

دلِ بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دمِ صبح
شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول

دندان و لب و زلف و رُخِ شہ کے فدائی
ہیں دُرِّعدن، لعلِ یمن، مشکِ خُتن، پھول

بُو ہو کہ نہاں ہوگئے تابِ رخِ شہ میں
لو بن گئے ہیں اب تو حسینوں کے دہن پھول

ہوں بارِ گنہ سے نہ خجل دوشِ عزیزاں
للہ مری نعش کر اے جانِ چمن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اُس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن! پھول

دل کھول کے خوں رولے غمِ عارضِ شہ میں
نکلے تو کہیں حسرتِ خوں نابہ شدن پھول

کیا غازہ مَلا گردِ مدینہ کا جو ہے آج
نکھرے ہوئے جوبن میں قیامت کی پھبن پھول

گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زبان پر
بلبل کو بھی اے ساقی صہبا و لبن پھول

ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو آئے
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

دل غم تجھے گھیرے ہیں خدا تجھ کو وہ چمکائے
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحٰے ترے چہرہ ٔ نور فزا کی قسم

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحٰے ترے چہرہ ٔ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام و بقا کی قسم

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

یہی عرض ہے خالقِ ارض وسماوہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوہ ٔ پاک رسول دِکھا تجھے اپنے ہی عزّ وعلا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سِوا مگر اُن سے امید ہے تجھ سے رَجا
تو رحیم ہے اُن کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

پاٹ وہ کچھ، دھار یہ کچھ، زار ہم

پاٹ وہ کچھ، دھار یہ کچھ، زار ہم — یا الٰہی کیوں کر اتریں پار ہم
کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم — دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم
تم کرم سے مُشتری ہر عیب کے — جنسِ نامقبولِ ہر بازار ہم
دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم — دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم
لغزشِ پا کا سہارا ایک تم — گرنے والے لاکھوں ناہنجار ہم
صدقہ اپنے بازوؤں کا المدد — کیسے توڑیں یہ بتِ پندار ہم
دَم قدم کی خیر اے جانِ مسیح — در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہم
اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور — جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم
اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند — مر مٹے پیاسے اِدھر سرکار ہم
اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو — ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم
ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم — ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم
چاندنی چھٹکی ہے اُن کے نور کی — آؤ دیکھیں سیرِ طور و نار ہم
ہمت اے ضعف اُن کے در پر گر کے ہوں — بے تکلف سایۂ دیوار ہم
با عطا تم شاہ تم مختار تم — بے نوا ہم زار ہم ناچار ہم
تم نے لاکھوں کو جانیں پھیر دیں — ایسا کتنا رکھتے ہیں آزار ہم
اپنی ستاری کا یا رب واسطہ — ہوں نہ رُسوا برسرِ دربار ہم
اتنی عرضِ آخری کہہ دو کوئی — ناؤ ٹوٹی آ پڑے منجدھار ہم
منھ بھی دیکھا ہے کسی کے عفو کا — دیکھ او عصیاں نہیں بے یار ہم

میں نثار ایسا مسلماں کیجئے   توڑ ڈالیں نفسِ کا زُنّار ہم

کب سے پھیلائے ہیں دامنِ تیغِ عشق   اب تو پائیں زخمِ دامن دار ہم

سُنّیت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں   پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم

ناتوانی کا بھلا ہو بن گئے   نقشِ پائے طالبانِ یار ہم

دل کے ٹکڑے نذرِ حاضر لائے ہیں   اے سگانِ کوچہء دلدار ہم

قسمتِ ثور و حرا کی حرص ہے   چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

چشم پوشی و کرم شانِ شما   کارِ ما بیباکی و اصرار ہم

فصلِ گل سبزہ صبا مستی شباب   چھوڑیں کس دل سے درِ خمار ہم

میکدہ چُھٹتا ہے للہ ساقیا   اب کے ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

ساقیء تسنیم جب تک آ نہ جائیں   اے سیہ مستی نہ ہوں ہشیار ہم

نازشیں کرتے ہیں آپس میں مَلک   ہیں غلامانِ شہِ ابرار ہم

لطف از خود رفتگی یا رب نصیب   ہوں شہیدِ جلوہء رفتار ہم

اُن کے آگے دعویء ہستی رضا

کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم

عارضِ شمس وقمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جابجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

نجمِ گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

دب کے زیرِ پا نہ گنجائش سمانے کو رہی
بن گیا جلوہ کفِ پا کا ابھر کر ایڑیاں

اُن کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

دو قمر، دو پنجۂ خور، دو ستارے، دس ہلال
اُن کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر، ایڑیاں

ہائے اُس پتھر سے اِس سینہ کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفانِ محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو! ہیں کشتیِ امت کو لنگر ایڑیاں

عشقِ مولا میں ہو خوں بار کنارِ دامن

عشقِ مولا میں ہو خوں بار کنارِ دامن — یا خدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

بہ چلی آنکھ بھی اشکوں کی طرح دامن پر — کہ نہیں تارِ نظر جز دو سہ تارِ دامن

اشک برساؤں چلے کوچہء جاناں سے نسیم — یا خدا جلد کہیں نکلے بخارِ دامن

دل شُدوں کا یہ ہُوا دامنِ اطہر پہ ہجوم — بیدل آباد ہوا نامِ دیارِ دامن

مشک سا زلف شہ و نور فشاں روئے حضور — اللہ اللہ حلبِ جیب و تتارِ دامن

تجھ سے اے گل میں ستم دیدہء دشتِ حرماں — خلش دل کی کہوں یا غمِ خارِ دامن

عکس افگن ہے ہلالِ لبِ شہ جیب نہیں — مہرِ عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر — اے ادب گردِ نظر ہو نہ غبارِ دامن

اے رضا آہ وہ بلبل کہ نظر میں جس کی
جلوہء جیبِ گل آئے نہ بہارِ دامن

رشکِ قمر ہوں رنگِ رخِ آفتاب ہوں

رشکِ قمر ہوں رنگِ رخِ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہِ گردوں جناب ہوں

دُرِّ نجف ہوں گوہرِ پاکِ خوشاب ہوں
یعنی ترابِ رہ گزرِ بوتراب ہوں

گر آنکھ ہوں تو اَبر کی چشمِ پُر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دلِ پُر اضطراب ہوں

خونیں جگر ہوں طائرِ بے آشیاں شہا
رنگِ پریدہء رخِ گل کا جواب ہوں

بے اصل و بے ثبات ہوں بحرِ کرم مدد
پروردہء کنارِ سراب و حباب ہوں

عبرت فزا ہے شرمِ گنہ سے مرا سکوت
گویا لبِ خموشِ لحد کا جواب ہوں

کیوں نالہ سوز سے کروں کیوں خونِ دل پیوں
سیخ کباب ہوں نہ میں جامِ شراب ہوں

دل بستہ بے قرار، جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں گل ہوں برقِ تپاں ہوں سحاب ہوں

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

مولیٰ دُہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
اشکِ مژہ رسیدہء چشمِ کباب ہوں

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

صدقے ہوں اس پہ نار سے دیگا جو مخلصی
بلبل نہیں کہ آتشِ گل پر کباب ہوں

قالب تہی کیے ہمہ آغوش ہے ہلال
اے شہسوارِ طیبہ! میں تیری رکاب ہوں

کیا کیا ہیں تجھ سے ناز ترے قصر کو کہ میں
کعبہ کی جان، عرشِ بریں کا جواب ہوں

شاہا بجھے سقر مرے اشکوں سے تا نہ میں
آبِ عبث چکیدہء چشمِ کباب ہوں

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پَرلطف جب ہے کہدیں اگر وہ جناب "ہوں"

حسرت میں خاک بوسیء طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشمِ مہر سے وہ خونِ ناب ہوں

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روحِ قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

میں نے کہا کہ جلوہء اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نورِ مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں

ہائے رے ذوقِ بے خودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں

دل کو دے نور و داغِ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شقِ ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں

دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور ﷺ
اے میں فدا لگا کر اک ٹھوکر اِسے بتا کہ یوں

باغ میں شکرِ وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گُل
کام ہے اُن کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حُسن کیوں کر آئے
لا اُسے پیشِ جلوہء زمزمہء رضا کہ یوں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کہ حضرتِ غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشقِ مصطفےٰ ﷺ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نوبہار خون ہمیں رُلائے کیوں

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

اُن کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گل سے عندلیب خارِ حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خار کھائے کیوں

گردِ ملال اگر دُھلے دل کی کلی اگر کِھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمہء تر کھلائے کیوں

راہِ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاضِ دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی ہائے غضب ابھر گئی
پوچھو تو آہِ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

چھوڑ کے اُس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دَھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

نامِ مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگسِ مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

تُو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علاج
آج کے دودِ آہ میں بوئے کباب آئی کیوں

فکرِ معاش بد بلا ہولِ معاد جاں گزا
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو روح بدن میں آئی کیوں

ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر حضور میں ہوا
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کر مسکرائی کیوں

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

غفلتِ شیخ و شباب پر ہنستے ہیں طفلِ شیر خوار
کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

حسرتِ نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضا مرگِ جواں سنائی کیوں

اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں

اہلِ صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امتِ نبوی فرش پر کریں

اِن فتنہ ہائے حشر سے کہدو حذر کریں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

اُن کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

منزل کڑی ہو شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں — در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
آہ کل عیش تو کئے ہم نے — آج وہ بے قرار پھرتے ہیں
ان کے ایما سے دونوں باگوں پر — خیلِ لیل و نہار پھرتے ہیں
ہر چراغِ مزار پر قدسی — کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
اُس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
جان ہیں جان کیا نظر آئے — کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں — دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں
لاکھوں قدسی ہیں کامِ خدمت پر — لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں
وردیاں بولتے ہیں ہرکارے — پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
رکھئے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم — مول کے عیب دار پھرتے ہیں
ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں — پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
بائیں رستے نہ جا مسافر سن — مال ہے راہ مار پھرتے ہیں
جاگ سنسان بن ہے رات آئی — گرگ بہرِ شکار پھرتے ہیں
نفس یہ کوئی چال ہے ظالم — جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

اَسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیئے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

دولھا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پُر خار بادیئے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

بے نواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریرِ دست
رہ گئیں جو پا کے جودِ لا یزالی ہاتھ میں

کیا لکیروں میں ید اللہ خطِ سرو آسا لکھا
راہ یوں اِس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

جودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

ابرِ نیساں مومنوں کو تیغِ عریاں کفر پر
جمع ہیں شانِ جمالی و جلالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

سایہ افگن سر پہ ہو پرچمِ الٰہی جھوم کر
جب لوا الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم
موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں

وہ گراں سنگی قدرِ مس وہ ارزانی جود
نوعیہ بدلہ کئے سنگ ولآلی ہاتھ میں

دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقفِ سنگِ درجبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں

کاش ہو جاؤں لبِ کوثر میں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اس جانِ کرم کا ذیل عالی ہاتھ میں

آنکھ محوِ جلوہء دیدار دل پُر جوشِ وجد
لب پہ شکرِ بخششِ ساقی پیالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں

راہِ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفٰے ہے مسندِ ارشاد پر کچھ غم نہیں

ہُوں مسلماں گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو!
ماہیت پانی کی آخر یم سے نم میں کم نہیں

غنچے مَا اَوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبلِ سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں

اُس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ رَبُّکَ الْاَکْرَم نہیں

اوس مہرِ حشر پر پڑ جائے پیاسو تو سہی
اُس گلِ خنداں کا رونا گریۂ شبنم نہیں

ہے اُنھیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالَم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالَم نہیں

سایۂ دیوار و خاکِ در ہو یا رب اور رضا
خواہشِ دیہیم قیصر، شوقِ تختِ جم نہیں

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیء دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک "نہیں" کہ وہ وہاں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفٰے کی اہانتیں کُھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہدو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تُو وہ سماں نہیں

ہے انھیں کے نور سے سب عیاں ہے انھیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابشِ مہر سے رہے پیشِ مہر یہ جاں نہیں

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں اُن کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و مُلک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جہاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ترا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سروِ چماں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اُس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضا پڑے اِس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہء ناں نہیں

رخ دن ہے یا مہرِ سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رخ دن ہے یا مہرِ سما ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مُشکِ خُتا ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبدِ الٰہ، اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سِرِّ خدا ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلبل نے گل ان کو کہا، قُمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رُخ ہُوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا، اب ہوگی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے صدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کوئی ہے نازاں زہد پر، یا حُسنِ توبہ ہے سپَر
یاں ہے فقط تیری عطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن لہْو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رزقِ خدا کھایا کیا ،فرمانِ حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا ،یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ہے بلبلِ رنگیں رضا یا طوطیء نغمہ سرا
حق یہ کہ واصف ہے ترا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

وصفِ رخ اُن کا کیا کرتے ہیں

وصفِ رخ اُن کا کیا کرتے ہیں شرحِ والشمس وضحےٰ کرتے ہیں
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ماہِ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رَجعت دیکھو
مصطفےٰ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

تو ہے خورشیدِ رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اے بلا بے خِردیء کفار رکھتے ہیں ایسے کے حق میں انکار
کہ گواہی ہو گر اس کو درکار بے زباں بول اٹھا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

رفعتِ ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغِ فردوس پس از حمدِ خدا تیری ہی مدح و ثنا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد، ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شترانِ ناشاد، گلہء رنج و عنا کرتے ہیں

آستیں رحمتِ عالم الٹے کمرِ پاک پہ دامن باندھے
گرنے والوں کو چہء دوزخ سے صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں

جب صبا آتی ہے طیبہ سے اِدھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخِ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

تو ہے وہ بادشہِ کون ومکاں کہ مَلک ہفتِ فلک کے ہر آں
تیرے مولیٰ سے شہِ عرش ایواں تیری دولت کی دعا کرتے ہیں

جس کے جلوے سے اُحد ہے تاباں معدنِ نور ہے اس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہو کر قرباں دلِ سنگیں کی جلا کرتے ہیں

کیوں نہ زیبا ہو تجھے تاجوری تیرے ہی دم کی ہے سب جلوہ گری
مَلک وجن و بشر حور و پری، جان سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن پر جن کو ملتا نہیں کوئی یاور
ہر طرف سے وہ پُر ارماں پھر کر اُن کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب منھ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لب پہ کس منھ سے غمِ الفت لائیں کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں
ہم تو ان کے کفِ پا پر مٹ جائیں ان کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

اپنے دل کا ہے انھیں سے آرام سونپے ہیں اپنے انھیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام چارہء دردِ رضا کرتے ہیں

در منقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ الشریف

کہ وقت مسند نشینی حضرت ممدوح در ۱۲۹۷ھ عرض کردہ شد

بر تر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

وارستہ پائے بستہ دامِ ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلامِ ابوالحسین

خطِ سیہ میں نور الٰہی کی تابشیں
صبح نور بار ہے شامِ ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشہء بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدامِ ابوالحسین

بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین

گلگوں سحر کو ہے سہر سوزِ دل سے آنکھ
سلطانِ سہرورد ہے نامِ ابوالحسین

کرسی نشیں ہے نقش مراد اُن کے فیض سے
مولائے نقشبند ہے نامِ ابوالحسین

جس نخلِ پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں
اک شاخ ان میں سے ہے بنامِ ابوالحسین

مستوں کو اے کریم بچائے خمار سے
تا دور حشر دورہ جامِ ابوالحسین

ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا
یا رب زمانہ باد بکامِ ابوالحسین

میلا لگا ہے شانِ مسیحا کی دید ہے
مُردے جلا رہا ہے خرامِ ابوالحسین

سرگشتہ مہر و مہ ہیں پر اب تک کُھلا نہیں
کس چرخ پر ہے ماہ تمامِ ابوالحسین

اتنا پتہ ملا ہے کہ یہ چرخِ چنبری
ہے ہفت پایہ زینہء بامِ ابوالحسین

ذرہ کو مہر، قطرہ کو دریا کرے ابھی
گر جوش زن ہو بخشش عامِ ابوالحسین

یحییٰ کا صدقہ وارثِ اقبال مسند پائے
سجادہء شیوخ کرامِ ابوالحسین

انعام لیں بہارِ جناں تہنیت لکھیں
پھولے پھلے تو نخل مرامِ ابوالحسین

اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادہ کی بہار
سونگھے گل مراد مشامِ ابوالحسین

آقا سے میرے ستھرے میاں کا ہوا ہے نام
اُس اچھے ستھرے سے رہے نامِ ابوالحسین

یا رب وہ چاند جو فلک عز و جاہ پر　　ہر سیر میں ہو گام بگامِ ابوالحسین

آؤ تمھیں ہلال سپہر شرف دکھائیں　　گردن جھکائیں بہرِ سلامِ ابوالحسین

قدرت خدا کی ہے کہ طلاطم کناں اٹھی　　بحرِ فنا سے موجِ دوامِ ابوالحسین

یا رب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی　　جس سے ہے شکریں لب و کامِ ابوالحسین

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندہء جدودِ کرامِ ابوالحسین

زائرو پاسِ ادب رکھو ہوَس جانے دو

زائرو پاسِ ادب رکھو ہوَس جانے دو — آنکھیں اندھی ہوئیں ہیں ان کو ترس جانے دو

سوکھی جاتی ہے امیدِ غربا کی کھیتی — بوندیاں لکۂ رحمت کی برس جانے دو

پلٹی آتی ہے ابھی وجد میں جانِ شیریں — نغمۂ قم کا ذرا کانوں میں رَس جانے دو

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو! ٹھہرو — گٹھڑیاں توشۂ امید کی کس جانے دو

دیدِ گل اور بھی کرتی ہے قیامت دل پر — ہمصفیرو ہمیں پھر سوئے قفس جانے دو

آتشِ دل بھی تو بھڑکاؤ ادب داں نالو — کون کہتا ہے کہ تم ضبطِ نفس جانے دو

یوں تنِ زار کے درپے ہوئے دل کے شعلو — شیوۂ خانہ براندازیِ خس جانے دو

اے رضا آہ کہ یوں سہل کٹیں جرم کے سال
دو گھڑی کی بھی عبادت تو برس جانے دو

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

کی جو بالوں سے ترے روضہ کی جاروب کشی
شب کو شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

چرچے حوروں میں ہیں دیکھو تو ذرا بالِ براق
سنبلِ خلد کے قربان اوتارے گیسو

آخرِ حج غمِ امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبۂ جاں کو پہنایا ہے غلافِ مشکیں
اُڑ کر آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو! عنبرِ سارا ہوئے سارے گیسو

دیکھو قرآں میں شبِ قدر ہے مطلعِ فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دَم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

احدِ پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شبِ عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں
ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اِک دَم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہدِ گل کو

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہدِ گل کو
الٰہی طاقتِ پرواز دے پر ہائے بلبل کو

بہاریں آئیں جوبن پر گھرا ہے ابر رحمت کا
لبِ مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیا مل کو

ملے لب سے وہ مشکیں مُہر والی دَم میں دَم آئے
ٹپک سن کر قُمِ عیسیٰ کہوں مستی میں قُلقُل کو

مچل جاؤں سوالِ مدعا پر تھام کر دامن
بہکنے کا بہانہ پاؤں قصدِ بے تامل کو

دعا کر بختِ خفتہ جاگ ہنگامِ اجابت ہے
ہٹایا صبحِ رخ سے شاہ نے شبہائے کاکل کو

زبانِ فلسفی سے امن خرق والتیام اَسرا
پناہِ دَورِ رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو

دو شنبہ مصطفےٰ کا جمعہء آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تامل کو

وفورِ شانِ رحمت کے سبب جرأت ہے اے پیارے
نہ رکھ بہرِ خدا شرمندہ عرضِ بے تامل کو

پریشانی میں نام اُن کا دلِ صد چاک سے نکلا
اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسّل کو

رضا یہ سبزہء گردوں ہیں کوتل جس کے موکب کے
کوئی کیا لکھ سکے اس کی سواری کے تجمّل کو

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن وجاں ہم کو

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو
پھر دِکھا دے وہ رخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوہء جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دِکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

کاش آویزہء قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیء رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دِکھا سروِ خراماں ہم کو

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دُور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خوف ہے سمع خراشیء سگِ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہء فُغاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سرو ساماں ہم کو

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بیتابی سے
چین لینے دے تپ سینہء سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہِ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی! کر دے نمکداں ہم کو

سیرِ گلشن سے اسیرانِ قفس کو کیا کام
نہ دے تکلیفِ چمن بلبلِ بستاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو

گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو

نیرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایہء داماں ہم کو

رحم فرمایئے یا شاہ کہ اب تاب نہیں
تا کجے خون رُلائے غمِ ہجراں ہم کو

چاکِ داماں میں نہ تھک جائیوائے دستِ جنوں
پرزے کرنا ہے ابھی جیب و گریباں ہم کو

پردہ اس چہرہء انور سے اُٹھا کر اِک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہِ تاباں ہم کو

اے رضا وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو

غزل کہ دربارہءعزمِ سفرِ اطہر مدینہ منورہ از مکہ معظّمہ بعد
حج محرم ۱۲۹۶ھ کردہ شد

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو	کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت	اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو
آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں	آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیرِ میزاب مِلے خوب کرم کے چھینٹے	ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بیتابوں کی	اُن کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو
مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد	اپنی اُس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ	قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا	یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
اوّلیں خانہء حق کی تو ضیائیں دیکھیں	آخریں بیتِ نبی کا بھی تجلّا دیکھو
زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ	جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو
ایمنِ طُور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ	شعلہء طُور یہاں انجمن آرا دیکھو
مہرِ مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم	جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم اُن کا دیکھو
عرضِ حاجت میں رہا کعبہ کفیل الحجاج	آؤ اب داد رسیء شہِ طیبہ دیکھو
دھو چکا ظلمتِ دل بوسہء سنگِ اسود	خاک بوسیء مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں	ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو
بے نیازی سے واں کانپتی پائی طاعت	جوشِ رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو
جمعہء مکہ تھا عید اہلِ عبادت کے لئے	مجرمو آؤ یہاں عیدِ دوشنبہ دیکھو
ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں	ادب و شوق کا یاں باہم اُلجھنا دیکھو
خوب مسعیٰ میں بامیدِ صفا دوڑ لیے	رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو
رقصِ بسمل کی بہاریں تو مِنیٰ میں دیکھیں	دلِ خوں نابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

پُل سے اُتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو

پُل سے اُتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو — جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا مرے جگر سے غمِ رُوزگار کا — یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں — ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق سے اُس کی سُبک روی — یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو
فرماتے ہیں ''یہ دونوں ہیں سردارِ جہاں'' — اے مرتضٰی! عتیق و عمر کو خبر نہ ہو
ایسا گما دے اُن کی وِلا میں خدا ہمیں — ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
آہ دل حرم کو روکنے والوں سے چھپ کے آج — یوں اُٹھ چلیں کہ پہلو و بر کو خبر نہ ہو
طیرِ حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں — یوں دیکھئے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو
اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے — یوں دل میں آ کہ دیدہء تر خبر نہ ہو
اے شوقِ دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

اُن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گزرا کرے پسر پہ بدر کو خبر نہ ہو

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیءِ دیدارِ حسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے منھ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب پڑے محشر میں شورِ داروگیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب زَبانیں باہَر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یاالٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِ لِوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی گرمیءِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یاالٰہی نامہءِ اعمال جب کُھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کو ساتھ ہو

یاالٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب حسابِ خندہءِ بیجا رلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ !
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ !

خامۂ قدرت کا حسنِ دست کاری واہ واہ !
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ !

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ اُمت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ !

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ!

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہرو ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ !

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ !

مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالعِ برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ !

عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں
چھنٹ رہی ہے مجرموں کی فردِ ساری واہ واہ!

کیا مدینہ سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ !

خود رہے پردے میں اور آئینہ عکسِ خاص کا
بھیج کر انجانوں سے کی رازداری واہ واہ !

اِس طرف روضہ کا نور اُس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ !

صدقے اِس انعام کے قربان اِس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری ''واہ واہ''!

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
اُن سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ !

رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ

رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

جس کو قُرصِ مہر سمجھا ہے جہاں اے منعمو!
اُن کے خوانِ جود سے ہے ایک نانِ سوختہ

ماہِ من یہ نیرِ محشر کی گرمی تابکے
آتشِ عصیاں میں خود جلتی ہے جانِ سوختہ

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

مہرِ عالم تاب جھکتا ہے پئے تسلیم روز
پیشِ ذراتِ مزارِ بیدلانِ سوختہ

کوچۂ گیسوئے جاناں سے چلے ٹھنڈی نسیم
بال و پر افشاں ہوں یا رب بلبلانِ سوختہ

بہرِ حق اے بحرِ رحمت اک نگاہِ لطف بار
تابکے بے آب تڑپیں ماہیانِ سوختہ

روکش خورشیدِ محشر ہو تمہارے فیض سے
اک شرارِ سینۂ شیدائیانِ سوختہ

آتشِ تر دامنی نے دل کیے کیا کیا کباب
خضر کی جاں ہو جلا دو ماہیانِ سوختہ

آتشِ گلہائے طیبہ پر جلانے کے لئے
جان کے طالب ہیں پیارے بلبلانِ سوختہ

لطفِ برقِ جلوۂ معراج لایا وجد میں
شعلۂ جوّالہ ساں ہے آسمانِ سوختہ

اے رضا مضمون سوزِ دل کی رفعت نے کیا
اس زمینِ سوختہ کو آسمانِ سوختہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی ﷺ　　دونوں عالم کا دولھا ہمارا نبی ﷺ
بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا　　نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس　　ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی ﷺ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں　　شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی ﷺ
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات　　ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ
عرش و کرسی کی تھیں آئینہ بندیاں　　سُوئے حق جب سدھارا ہمارا نبی ﷺ
خَلق سے اولیاء اولیاء سے رُسل　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم　　وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی ﷺ
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو　　نمکین حسن والا ہمارا نبی ﷺ
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل　　ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی　　اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی ﷺ
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی　　چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے　　دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے　　پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی ﷺ
مُلکِ کونین میں انبیاء تاجدار　　تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے　　ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ
سارے اچھوں میں اچھا سمجھئے جسے　　ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ
سارے اونچوں میں اونچا سمجھئے جسے　　ہے اُس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!　　کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی ﷺ
جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے　　نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی ﷺ
سب چمک والے اجلوں میں چمکا کئے　　اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی ﷺ
جس نے مُردہ دلوں کو دی عمرِ ابد　　ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجے کہ ہے
بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے — بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف — ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے
سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب — آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے — ارے تیرا برا خدا نہ کرے
عذر امیدِ عفو گر نہ سنیں — روسیاہ اور کیا بہانہ کرے
دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور — کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے
حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے — منکر آج اُن سے التجا نہ کرے
ضعف مانا مگر یہ ظالم دل — اُن کے رستے میں تو تھکا نہ کرے
جب تری خُو ہے سب کا جی رکھنا — وہی اچھا جو دل برا نہ کرے
دل سے اک ذوقِ مے کا طالب ہوں — کون کہتا ہے اِتّقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

مومن ہے وہ جو اُن کی عزت پہ مَرے دل سے

مومن ہے وہ جو اُن کی عزت پہ مَرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مَرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی
پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تُو نظر رکھے
خاک اُس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بہکا ہے کہاں مجنوں لے ڈالی بنوں کی خاک
دَم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

سونے کو تپائیں جب کچھ مِیل ہو یا کچھ مَیل
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

آتا ہے درِ والا یوں ذوقِ طواف آنا
دل جان سے صدقے ہو سر گرد پھرے دل سے

اے ابرِ کرم فریاد فریاد جلا ڈالا
اس سوزشِ غم کو ہے ضد میرے ہرے دل سے

دریا ہے چڑھا تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک
اتریں گے کہاں مجرم اے عفو ترے دل سے

کیا جانیں یم غم میں دل ڈوب گیا کیسا
کس تہ کو گئے ارماں اب تک نہ ترے دل سے

کرتا تو ہے یاد اُن کی غفلت کو ذرا روکے
واللہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

اللہ اللہ کے نبی سے

اللہ اللہ کے نبی سے فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی تاروں نے ہزار دانت پیسے
ایمان پہ موت بہتر او نفس تیری ناپاک زندگی سے
او شہد نمائے زہرِ دَر جام گم جاؤں کدھر تری بدی سے
گہرے پیارے پرانے دل سوز گزرا میں تیری دوستی سے
تجھ سے جو اٹھائے میں نے صدمے ایسے نہ ملے کبھی کسی سے
اُف رے خود کام بے مروّت پڑتا ہے کام آدمی سے
تو نے ہی کیا خدا سے نادِم تو نے ہی کیا خجل نبی سے
کیسے آقا کا حکم ٹالا ہم مرمٹے تیری خود سری سے
آتی نہ تھی جب بدی بھی تجھ کو ہم جانتے ہیں تجھے جبھی سے
حد کے ظالم ستم کے کٹر پتھر شرمائیں تیرے جی سے
ہم خاک میں مل چکے ہیں کب کے نکلا نہ غبار تیرے جی سے
اے ظالم میں نباہوں تجھ سے اللہ بچائے اُس گھڑی سے
جو تم کو نہ جانتا ہوں حضرت چالیں چلیے اُس اجنبی سے
اللہ کے سامنے وہ گن تھے یاروں میں کیسے متقی سے
رہزن نے لوٹ لی کمائی فریاد ہے خضرِ ہاشمی سے
اللہ کنوئیں میں خود گرا ہوں اپنی نالش کروں تجھی سے

ہیں پشت پناہِ غوث اعظم
کیوں ڈرتے ہو تم رضا کسی سے

شجرہ عالیہ حضراتِ عالیہ قادریہ برکاتیہ

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین

یاالٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیدِ سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف وسَری معروف دے بے خود سری
جُندِ حق میں گِن جنیدِ با صفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حُسن وسعد
بوالحسن اور بوسعیدِ سعدِ زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللّٰہُ لَھُمْ رِزْقاً سے دے رزقِ حسن
بندہء رزّاق تاجُ الاصفیا کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح ومنصور رکھ
دے حیاتِ دیں محی جاں فزا کے واسطے

طُورِ عرفان و علو و حمد و حُسنٰے و بہا
دے علی موسٰی حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانہء دل کو ضیاء دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقی عشقِ انتما کے واسطے

حُبِ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لئے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کر ستھرا جان کو پر نور کر
اچھے پیارے شمسِ دیں بدرُ العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسول مقتدا کے واسطے

صدقہ اِن اعیاں کا دے چھ عین عزّ علم و عمل
عفو و عرفاں عافیت احمد رضا کے واسطے

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ ﷺ کی

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسولُ اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

کافروں پر تیغِ والا سے گری برقِ غضب
ابر آسا چھا گئی ہیبت رسول اللہ کی

لَا وَ رَبِّ الْعَرْشِ جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مُردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

نجدی اُس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم اُن کا خدا اُن سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

یارب اک ساعت ہیں ڈھل جائیں سیہ کاروں کے جرم
جوش میں آجائے اب رحمت رسول اللہ کی

ہے گلِ باغِ قدس رخسارِ زیبائے حضور!
سروِ گلزارِ قدم قامت رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

قافلے نے سُوئے طیبہ کمر آرائی کی

قافلے نے سُوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمعِ عفو کے سودائی کی
اے میں قرباں مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے اُمّی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب وروز ایک ہی حال
دھوم وَالنَّجْمْ میں ہے آپ کی بینائی کی

پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دوگام
آس ہم کو بھی لگی ہے تیری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضا جس کے لئے وسعتِ عرش
بس جگہ دل میں ہے اُس جلوہء ہرجائی کی

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے

کشتگانِ گرمیء محشر کو وہ جانِ مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے

گل کھلے گا آج یہ اُن کی نسیمِ فیض سے
خون روتے آئیں گے ہم مسکراتے جائیں گے

ہاں چلو حسرت زدو سنتے ہیں وہ دن آج ہے
تھی خبر جس کہ وہ جلوہ دکھاتے جائیں گے

آج عیدِ عاشقاں ہے گر خدا چاہے کہ وہ
ابروئے پیوستہ کا عالم دکھاتے جائیں گے

کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ وہ
نعمتِ خلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائیں گے

خاک افتادو بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائیں گے

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے

آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گریاں آئے ہیں
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

سوختہ جانوں پہ وہ پُر جوشِ رحمت آئے ہیں
آبِ کوثر سے لگی دل کی بجھاتے جائیں گے

آفتاب اُن کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصرِ جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے

پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
رَبِّ سَلِّمْ کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

سرورِ دیں لیجے اپنے ناتوانوں کی خبر
نفس و شیطاں سیدا کب تک دباتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولیٰ کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دَم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے　　مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت　　بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

مدینہ کے خطے خدا تجھ کو رکھے　　غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ　　مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو　　کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا　　ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

چل اٹھ جبہہ فرسا ہو ساقی کے در پر　　درِ جود اے میرے ستانے والے

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں　　ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

رہے گا یوں ہی اُن کا چرچا رہے گا　　پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اب آئی شفاعت کی ساعت اب آئی　　ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

رضا نفس دشمن ہے دَم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے

آنکھیں رو رو کے سُجانے والے جانے والے نہیں آنے والے

کوئی دن میں یہ سرا اوجڑ ہے ارے او چھاؤنی چھانے والے

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

ارے بد فال بری ہوتی ہے دیس کا جنگلا سنانے والے

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں وہ سلامت ہیں بنانے والے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام او درِ یار کے جانے والے

پھر نہ کروٹ لی مدینہ کی طرف ارے چل جھوٹے بہانے والے

نفس میں خاک ہوا تو نہ مٹا ہے مری جان کے کھانے والے

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو طیبہ سے خلد میں آنے والے

نیم جلوے میں دو عالم گلزار واہ وا رنگ جمانے والے

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا کہتے ہیں اگلے زمانے والے

وہی دھوم اُن کی ہے ماشآاللہ مٹ گئے آپ مٹانے والے

لبِ سیراب کا صدقہ پانی اے لگی دل کی بجھانے والے

ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

ہو گیا دھک سے کلیجہ میرا ہائے رخصت کی سنانے والے

خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے

کشتۂ دشت حرم جنت کی کھڑکیاں اپنے سرہانے والے

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اُٹھ مرے دھوم مچانے والے

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

جگمگا اٹھی مری گور کی خاک
تیرے قربان چمکنے والے

مہِ بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

عرش تک پھیلی ہے تابِ عارض
کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے

گلِ طیبہ کی ثنا گاتے ہیں
نخل طوبیٰ پہ چہکنے والے

عاصیو تھام لو دامن اُن کا
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

ابرِ رحمت کے سلامی رہنا
پھلتے ہیں پودے لچکنے والے

ارے یہ جلوہ گہِ جاناں ہے
کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

سُنّیو اُن سے مدد مانگے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

شمعِ یادِ رخِ جاناں نہ بجھے
خاک ہو جائیں بھڑکنے والے

موت کہتی ہے کہ جلوہ ہے قریب
اک ذرا سولیں بلکنے والے

کوئی اِن تیز رووں سے کہہ دو
کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

دل سلگتا ہی بھلا ہے اے ضبط
بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے

ہم بھی کمھلانے سے غافل تھے کبھی
کیا ہنسیں غنچے چٹکنے والے

نخل سے چُھٹ کے یہ کیا حال ہوا
آہ او پتے کھڑکنے والے

جب گرے منھ سوئے میخانہ تھا
ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے

دیکھ او زخمِ دل آپے کو سنبھال
پھوٹ بہتے ہیں تپکنے والے

مے کہاں اور کہاں میں زاہد
یوں بھی چھکتے ہیں چھکنے والے

کفِ دریائے کرم میں ہیں رضاؔ
پانچ فوارے چھلکنے والے

راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے

راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے　　پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
خشک ہے خون کہ دشمن ظالم　　سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے
ہم کو بد کر وہی کرنا جس سے　　دوست بیزار ہے کیا ہونا ہے
تن کی اب کون خبر لے ہے کہ　　دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے
میٹھے شربت دے مسیحا جب بھی　　ضد ہے انکار ہے کیا ہونا ہے
دل کہ تیمار ہمارا کرتا　　آپ بیمار ہے کیا ہونا ہے
پر کٹے تنگ قفس اور بلبل　　نو گرفتار ہے کیا ہونا ہے
چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ　　وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پروا دیکھ　　سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
تیرے بیمار کو میرے عیسٰی　　غش لگاتار ہے کیا ہونا ہے
نفس پر زور کا وہ زور اور دل　　زیر ہے زار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور ہمیں　　شوقِ گلزار ہے کیا ہونا ہے
ہائے رے نیند مسافر تیری　　کُوچ تیار ہے کیا ہونا ہے
دُور جانا ہے رہا دن تھوڑا　　راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے
گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں　　مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے
جان ہلکان ہوئی جاتی ہے　　بار سا بار ہے کیا ہونا ہے
پار جانا ہے نہیں ملتی ناؤ　　زور پر دھار ہے کیا ہونا ہے
راہ تو تیغ پر اور تلووں کو　　گلہء خار ہے کیا ہونا ہے
روشنی کی ہمیں عادت اور گھر　　تیرہ و تار ہے کیا ہونا ہے

بیچ میں آگ کا دریا حائل قصد اُس پار ہے کیا ہونا ہے

اِس کڑی دھوپ کو کیوں کر جھیلیں شعلہ زن نار ہے کیا ہونا ہے

ہائے بگڑی تو کہاں آکر ناؤ عین منجدھار ہے کیا ہونا ہے

کل تو دیدار کا دن اور یہاں آنکھ بے کار ہے کیا ہونا ہے

منھ دکھانے کا نہیں اور سحر عام دربار ہے کیا ہونا ہے

اُن کو رحم آئے تو آئے ورنہ وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے

لے وہ حاکم کے سپاہی آئے صبح اظہار ہے کیا ہونا ہے

واں نہیں بات بنانے کی مجال چارہء اقرار ہے کیا ہونا ہے

ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا بے کسی یار ہے کیا ہونا ہے

آخری دید ہے آؤ مل لیں رنج بے کار ہے کیا ہونا ہے

دل ہمیں تم سے لگانا ہی نہ تھا اب سفر بار ہے کیا ہونا ہے

جانے والوں پہ یہ رونا کیسا بندہ ناچار ہے کیا ہونا ہے

نزع میں دھیان نہ بٹ جائے کہیں یہ عبث پیار ہے کیا ہونا ہے

اس کا غم ہے کہ ہر اک کی صورت گلے کا ہار ہے کیا ہونا ہے

باتیں کچھ اور بھی تم سے کرتے پر کہاں وار ہے کیا ہونا ہے

کیوں رضا کڑھتے ہو ہنستے اٹھو
جب وہ غفار ہے کیا ہونا ہے

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے

کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا
نہ یہاں "نا" ہے نہ منگتا ہے یہ کہنا "کیا ہے"

پند کڑوی لگے ناصح سے نہ ترش ہو اے نفس
زہرِ عصیاں میں ستم گر تجھے میٹھا کیا ہے

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

اُن کی امت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا
یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

زاہد اُن کا میں گنہگار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

بے بسی ہو جو مجھے پرسشِ اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں اُس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجے مری
کیوں ہے بیتاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

اس کی بے چینی سے ہے خاطرِ اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تُو نے کیا کیا کیا ہے

سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے

آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل
بندہ بے کس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے

اب کوئی دَم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

اُن کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ امم
آگئی جاں تنِ بے جاں میں یہ آنا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپالیں سرور
اور فرمائیں ''ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے''

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اِس پہ تمھارا کیا ہے

چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکمِ والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشمِ بددور ہو کیا شان ہے رتبہ کیا ہے

صدقے اِس رحم کے اِس سایہء دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

اے رضا جانِ عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

سرور کہوں کہ مالک ومولیٰ کہوں تجھے

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے امیدگہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بیکس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں
بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کا کہوں تجھے

اِس مردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثناخواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہِ ابرار ہے

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہِ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو ذاتِ خدا غفار ہے

عرش سا فرشِ زمیں ہے فرش پا عرشِ بریں
کیا نرالی طرز کی نامِ خدا رفتار ہے

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بارک اللہ مرجعِ عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے
صدقہ اُن ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

لب زُلالِ چشمۂ کُن میں گندھے وقتِ خمیر
مُردے زندہ کرنا اے جاں تم کو کیا دشوار ہے

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جانِ بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

جوشِ طوفاں بحرِ بے پایاں ہوا ناسازگار
نوح کے مولیٰ کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

رحمۃ للعالمین تیری دہائی دب گیا
اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

حیرتیں ہیں آئینہ دارِ وفورِ وصفِ گل
اُن کے بلبل کی خموشی بھی لبِ اظہار ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہوں کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو
ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک ترے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالمِ شباب حالِ شباب کچھ نہ پوچھ!
گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

شانِ خدا نہ ساتھ دے اُن کے خرام کا وہ باز
سدرہ سے تاز میں جسے نرم سی اک اڑان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجا شق ہوا
یوں تو یہ ماہِ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبدِ مصطفٰے
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے ان کے خدا بچائے جلالِ باری عتاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشمِ والا
کبابِ آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

تری جلو میں ہے ماہِ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعدا کا ڈاب میں ہے

سیہ لباسانِ دار دنیا و سبز پوشانِ عرشِ اعلے
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض اُن کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک انکے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوزِ جگر سے جان تک ہے طالبِ جلوۂ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آبِ حیوان کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیمِ بے قدر کو نہ شرما
تُو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

اندھیری رات ہے

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بے کس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گورِ غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لا ابالی ہے

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

زمیں تپتی، کٹیلی راہ، بھاری بوجھ، گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے

نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

رضا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

گنہگاروں کو ہاتف سے نویدِ خوش مآلی ہے

گنہگاروں کو ہاتف سے نویدِ خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے

ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بِنا رحمت کی ڈالی ہے

تمہاری شرم سے شانِ جلالِ حق ٹپکتی ہے
خمِ گردن ہلالِ آسمانِ ذوالجلالی ہے

زہے خودگم جو گم ہونے پہ یہ ڈھونڈے کہ کیا پایا
ارے جب تک کہ پاتا ہے جبھی تک ہاتھ خالی ہے

میں اک محتاجِ بے وقعت گدا تیرے سگِ در کا
تری سرکار والا ہے ترا دربار عالی ہے

تری بخشش پسندی، عذر جوئی، توبہ خواہی سے
عمومِ بے گناہی، جرم شانِ لاابالی ہے

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر جس کی بلبل ہیں
ترا سروِ سہی اس گلبنِ خوبی کی ڈالی ہے

رضا قسمت ہی کھل جائے جو گیلاں سے خطاب آئے
کہ تو ادنیٰ سگِ درگاہ خدامِ معالی ہے

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دَم نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے سُونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نرالی ہے

آنکھیں مَلنا جھنجلا پڑنا لاکھوں جماہی انگڑائی
نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے اٹھنا بھی کچھ گالی ہے

جگنو چمکے پتا کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجا ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی کچھ سنبھلا پھر اوندھے منھ
مینھ نے پھسلن کر دی ہے اور دُھر تک کھائی نالی ہے

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولیٰ والی ہے

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے، زہر پلائے، قاتل، ڈائن، شوہر کُش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

نبی سرورِ ہر رسول وولی ہے

نبی سرورِ ہر رسول و ولی ہے — نبی رازدارِ مع اللہ لی ہے

وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا — رؤف و رحیم و علیم و علی ہے

ہے بیتاب جس کے لئے عرشِ اعظم — وہ اس رہروِ لا مکاں کی گلی ہے

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری — فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

طلاطم ہے کشتی پہ طوفانِ غم کا — یہ کیسی ہوائے مخالف چلی ہے

نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی اغثنی — اِسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

صبا ہے مجھے صرصرِ دشتِ طیبہ — اِسی سے کلی میری دل کی کھلی ہے

ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان یک دل — ابوبکر فاروق عثماں علی ہے

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے — دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم السِّر — کہ تجھ پر مری حالتِ دل کھلی ہے

تمنا ہے فرمایئے روزِ محشر — یہ تیری رہائی کی چِٹھی ملی ہے

جو مقصد زیارت کا بر آئے پھر تو — نہ کچھ قصد کیجئے یہ قصدِ دلی ہے

ترے در کا درباں ہے جبریلِ اعظم — ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

نہ عرشِ ایمن نہ اِنِّیْ ذَاھِبٌ میں میہمانی ہے

نہ عرشِ ایمن نہ اِنِّیْ ذَاھِبٌ میں میہمانی ہے
نہ لطفِ اُدْنُ یَـا اَحْـمَدُ نصیبِ لَنْ تَـرَانِیْ ہے

نصیبِ دوستاں گر اُن کے در پر موت آنی ہے
خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے

اِسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگارِ مسجدِ اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

ترے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اس کی
زبانِ بے زبانی ترجمانِ خستہ جانی ہے

کھُلے کیا رازِ محبوب و محبّ مستانِ غفلت پر
شرابِ قَدْ رَاَی الْحَقَّ زیبِ جامِ مَنْ رَّاٰنِیْ ہے

جہاں کی خاکروبی نے چمن آرا کیا تجھ کو
صبا ہم نے بھی اُن گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فردِ مکاں میں
کہ تجھ سے کوئی اول ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

کہاں اس کو شکِ جانِ جناں میں زر کی نقاشی
اِرم کے طائرِ رنگِ پریدہ کی نشانی ہے

ذِیَـابٌ فِیْ ثِیَـابٌ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلامِ اسلامِ ملحد کہ تسلیمِ زبانی ہے

یہ اکثر ساتھ اُن کے شانہ و مسواک کا رہنا
بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

اِسی سرکار سے دنیا و دیں ملتے ہیں سائل کو
یہی دربارِ عالی کنزِ آمال و امانی ہے

درودیں صورتِ ہالہ محیطِ ماہِ طیبہ ہیں
برستا امتِ عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے

تعالی اللہ استغنا ترے در کے گداؤں کا
کہ ان کو عار فرو شوکتِ صاحب قرانی ہے

وہ سرگرمِ شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھانی ہے

یہ سر ہو اور وہ خاکِ در دو خاکِ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے — گر اُن کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے — کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے
سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو — اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے
یوں تو سب انھیں کا ہے بر دل کی اگر پوچھو — یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص اُن کی کمائی ہے
زائر گئے بھی کب کے دن ڈھلنے پہ ہے پیارے — اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے
بازارِ عمل میں تو سودہ نہ بنا اپنا — سرکار کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے
گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ — رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے
اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ — دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے
مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو — منھ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے
اب آپ ہی سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں — ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے
اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے — جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
حرص و ہوسِ بد سے دل تو بھی ستم کر لے — تو ہی نہیں بے گانہ دنیا ہی پرائی ہے
ہم دل جلے ہیں کس کے ہٹ فتنوں کے پر کالے — کیوں پھونک دوں اِک اُف سے کیا آگ لگائی ہے
طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد — ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف اُن کی رسائی ہے صرف اُن کی رسائی ہے

حرزِ جاں ذکرِ شفاعت کیجئے

حرزِ جاں ذکرِ شفاعت کیجئے — نار سے بچنے کی صورت کیجئے

اُن کے نقشِ پا پہ غیرت کیجئے — آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

اُن کے حسنِ با ملاحت پر نثار — شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے

ان کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے — ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے

پھیر دیجئے پنجۂ دیوِ لعیں — مصطفٰے کے بل پہ طاقت کیجئے

ڈوب کر یادِ لبِ شاداب میں — آبِ کوثر کی سباحت کیجئے

یادِ قامت کرتے اٹھیے قبر سے — جانِ محشر پر قیامت کیجئے

اُن کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر — بے نواؤ فکرِ ثروت کیجئے

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — ایسے پیارے سے محبت کیجئے

حَیِّ باقی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اُس کی مدحت کیجئے

عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں — صدقے اُس بازو پہ قوت کیجئے

نیم و طیبہ کے پھولوں پر ہو آنکھ — بلبلو پاسِ نزاکت کیجئے

سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ — خم ذرا فرقِ ارادت کیجئے

آنکھ تو اٹھتی نہیں کیا دیں جواب — ہم پہ بے پرسش ہی رحمت کیجئے

عذر بدتر از گنہ کا ذکر کیا — بے سبب ہم پر عنایت کیجئے

نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا — مفلسو! سامانِ دولت کیجئے

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں — صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجئے

مَنْ رَّاٰنِیْ قَدْ رَاَی الْحَقّ جو کہے — کیا بیاں اس کی حقیقت کیجئے

عالمِ علمِ دو عالَم ہیں حضور — آپ سے کیا عرضِ حاجت کیجئے

آپ سلطانِ جہاں ہم بے نوا — یاد ہم کو وقتِ نعمت کیجئے

تجھ سے کیا کیا اے مرے طیبہ کے چاند — ظلمتِ غم کی شکایت کیجئے

در بدر کب تک پھریں خستہ خراب — طیبہ میں مدفن عنایت کیجئے

ہر برس وہ قافلوں کی دھوم دھام — آہ سنیئے اور غفلت کیجئے

پھر پلٹ کر منہ نہ اس جانب کیا — سچ ہے اور دعوائے الفت کیجئے

اقربا، حبِّ وطن، بے ہمتی — آہ کس کس کی شکایت کیجئے

اب تو آقا منہ دکھانے کا نہیں — کس طرح رفعِ ندامت کیجئے

اپنے ہاتھوں خود لٹا بیٹھے ہیں گھر — کس پہ دعوائے بضاعت کیجئے

کس سے کہیے کیا کیا، کیا ہوگیا — خود ہی اپنے پر ملامت کیجئے

عرض کا بھی اب تو منہ پڑتا نہیں — کیا علاجِ دردِ فرقت کیجئے

اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے — چارۂ زہرِ مصیبت کیجئے

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں — آپ پر واریں وہ صورت کیجئے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہرباں — ہم کریں جرم آپ رحمت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضاؔ
یاد اُس کی اپنی عادت کیجئے

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر اُن کا چھیڑیئے ہر بات میں چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکر آیاتِ ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل "یا رسول اللہ" کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا اُنہیں کا صبح و شام جانِ کافر پر قیامت کیجئے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے
حق تمہیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالمحبت کیجئے
اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے
ملحدوں کا شک نکل جائے حضور جانبِ مہ پھر اشارت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اُس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے
والضحیٰ، حجرات، الم نشرح سے پھر مومنو! اتمامِ حجت کیجئے
بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے التجا و استعانت کیجئے
یا رسول اللہ! دہائی آپ کی گوشمالِ اہلِ بدعت کیجئے
غوثِ اعظم آپ سے فریاد ہے زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے
یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ اولیاء کو حکمِ نصرت کیجئے

میرے آقا حضرتِ اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حاضری ءبارگاہ بہیں جاہ

۱۳۲۴ھ

وصلِ اول رنگِ علمی

حضور جانِ نور

۱۳۲۴ھ

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے	جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے	ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے
کس خاکِ پاک کی تو بنی خاکِ پا شفا	تجھ کو قسم جنابِ مسیحا کے سر کی ہے
آبِ حیاتِ روح ہے زرقا کی بوند بوند	اکسیرِ اعظم مسِ دل خاک در کی ہے
ہم کو تو اپنے سائے میں آرام ہی سے لائے	حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے
لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں یوں ہی سنا کئے	ہر بار دی وہ امن کہ غیرت حضر کی ہے
وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی	پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے	یہ ڈھلتی چاندنی پہر دو پہر کی ہے
مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ	اُن پر دُرود جن سے نوید ان بُشَر کی ہے
اِس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے	اصلِ مراد حاضری اِس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا	پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل	روشن اُنہیں کے نور سے پتلی حجر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ	لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز	اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اُس پہ دے چکے	اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غُرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز	پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

شر خیر شور سور شرر دور نار نور
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

مجرم بلائے آئے ہیں جَــاؤکَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم
نجدی نہ آئے اُس کو یہ منزل خطر کی ہے

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی اُدھر کی ہے

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت ، خبر کی ہے

شکلِ بشر میں نورِ الٰہی اگر نہ ہو
کیا قدر اس خمیرہء ما وَ مدر کی ہے

نورِ اللہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخمِ کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

اُن کی نبوت اُن کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

پہلے ہو ان کی یاد کہ پائے جلا نماز
یہ کہتی ہے اذان جو پچھلے پہر کی ہے

دنیا ، مزار ، حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

اُن پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
اُن پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

اُن پر درود جن کو کسِ بے کساں کہیں
اُن پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السّلام
یہ بارگارہ مالکِ جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السّلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السّلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السّلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السّلام
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السّلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السّلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السّلام
یہ جلوہ گاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے

سب کرّ و فرّ سلام کو حاضر ہیں السّلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کر و فر کی ہے

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السّلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہلِ نظر کی ہے

آنسو بہا کہ بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشمِ تر کی ہے

تیری قضا خلیفۂ احکامِ ذی الجلال
تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری ترے خانہ باغ کی
سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے

جنت میں آ کے نار میں جاتا نہیں کوئی
شکرِ خدا نوید نجات و ظفر کی ہے

مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ الرّحیم ہو
سائل ہوں سائلوں کو خوشی لَا نَھَرْ کی ہے

دامن کا واسطہ مجھے اس دھوپ سے بچا
مجھ کو تو شاق جاڑوں میں اس دوپہر کی ہے

ماں دونوں بھائی بیٹے بھتیجے عزیز دوست
سب تجھ کو سونپے مِلک ہی سب تیرے گھر کی ہے

جن جن مرادوں کے لئے احباب نے کہا
پیشِ خبیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

فضلِ خدا سے غیبِ شہادت ہوا نہیں
اس پر شہادت آیتِ وحی و اثر کی ہے

کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

اُن پر کتاب اتری بَیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ
تفصیل جس میں مَا عَبَر و مَا غَبَرَ کی ہے

آگے رہی عطا وہ بقدرِ طلب تو کیا
عادت یہاں امید سے بھی بیشتر کی ہے

بے مانگے دینے والے کی نعمت میں غرق ہیں
مانگے سے جو ملے کسے فہم اس قدر کی ہے

احباب اس سے بڑھ کے تو شاید نہ پائیں عرض
ناکردہ عرض عرض یہ طرزِ دگر کی ہے

دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہو گی آب
ندی گلے گلے مرے آبِ گہر کی ہے

دشتِ حرم میں رہنے والے صیاد اگر تجھے
مٹی عزیز بلبلِ بے بال و پر کی ہے

یا رب رضا نہ احمدِ پارینہ ہو کے جائے
یہ بارگاہ تیرے حبیبِ اَبَرّ کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوئے بد   تبدیل کر جو خصلتِ بد بیشتر کی ہے

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

حاضری درگاہ ابدی پناہ

۱۳۲۴ھ

وصلِ دوم رنگِ عشق

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے	کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے	چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے
ڈالیں ہری ہری ہیں تو بالیں بھری بھری	کِشتِ اَمَل پری ہے یہ بارش کدھر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے	سونپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے
ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ	ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے
کالک جبیں کی سجدہء در سے چھڑاؤ گے	مجھ کو بھی لے چلو یہ تمنا حجر کی ہے
ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے	جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
برسا کے جانے والوں پہ گوہر کروں نثار	ابرِ کرم سے عرض یہ میزابِ زر کی ہے
آغوشِ شوق کھولے ہے جن کے لئے حطیم	وہ پھر کے دیکھتے نہیں یہ دھن کدھر کی ہے
ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ	او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دَم ہے جانِ نو	یہ راہِ جاں فزا مِرے مولیٰ کے در کی ہے
گھڑیاں گنی ہیں برسوں کی یہ شُب گھڑی پھری	مر مر کے پھر یہ سِل مِرے سینے سے سر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک	حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے
معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو	کرسی سے اونچی کرسی اِسی پاک گھر کی ہے
عشاقِ روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے	اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
یہ گھر یہ در ہے اُس کا جو گھر در سے پاک ہے	مژدہ ہو بے گھرو کہ صلا اچھے گھر کی ہے
محبوبِ ربِ عرش ہے اس سبز قبہ میں	پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
چھائے ملائکہ ہیں لگاتار ہیں درود	بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش دُرر کی ہے
سعدین کا قِران ہے پہلوئے ماہ میں	جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام	یوں بندگیء زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے — رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب — بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے
اے وائے بے کسیء تمنا کہ اب نصیب — دن کو نہ شام کی ہے نہ شب کو سحر کی ہے
یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروڑوں کی آس جائے — اور بارگاہ مرحمتِ عام تر کی ہے
معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار — عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے
زندہ رہیں تو حاضریء بارگاہ نصیب — مر جائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے
مفلس اور ایسے در سے پھرے بے غنی ہوئے — چاندی ہر ایک طرح تو یہاں گدیہ گر کی ہے
جاناں پہ تکیہ خاک نہالی ہے دل نہال — ہاں بینواؤ خوب یہ صورت گزر کی ہے
ہیں چتر و تخت سایہء دیوار و خاکِ در — شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کروفر کی ہے
اس پاک کُو میں خاکِ بسر سربخاک ہیں — سمجھے ہیں کچھ یہی جو حقیقت بسر کی ہے
کیوں تاجدارو خواب میں دیکھی کبھی یہ شے — جو آج جھولیوں میں گدایانِ در کی ہے
جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے — وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند — سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدہ — مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے
شانِ جمال طیبہء جاناں ہے نفعِ محض — وسعت جلالِ مکہ میں سود و ضرر کی ہے
کعبہ ہے بے شک انجمن آرا دلہن مگر — ساری بہار دولہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے
کعبہ دلہن ہے تُربتِ اطہر نئی دولہن — یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنی سجیلی انیلی بنی مگر — جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سرسبز وصل یہ ہے سیاہ پوشِ ہجر وہ — چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے
ما و شما تو کیا خلیلِ جلیل کو — کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے
اپنا شرف دعا سے ہے باقی رہا قبول — یہ جانیں ان کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے
جو چاہے ان سے مانگ کہ دونوں جہاں کی خیر — زر ناخریدہ ایک کنیز ان کے گھر کی ہے

رومی غلام دن حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام و سحر کی ہے

اِتنا عجب بلندیٔ جنت پہ کس لئے
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

عرشِ بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ
اُتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے

وہ خلد جس میں اُترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

عنبر زمیں ، عبیر ہوا ، مُشکِ تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے

اُف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور
ہاں تُو کریم ہے تری خُو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

بابِ عطا تو یہ ہے جو بہکا اِدھر اُدھر
کیسی خرابی اُس نگھرے دربدر کی ہے

آباد ایک در ہے ترا اور ترے سوا
جو بارگاہ دیکھئے غیرت کھنڈر کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

گھیرا اندھیریوں نے دُہائی ہے چاند کی
تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں، سو بل ، ہزار کج
یہ ساری گُتھی اک تری سیدھی نظر کی ہے

ایسی بندھی نصیب کُھلے مشکلیں کُھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

جنت نہ دَیں نہ دَیں تری رویت ہو خیر سے
اِس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

شربت نہ دَیں ، نہ دَیں تُو کرے بات لطف سے
یہ شہد ہو تو پھر کسے پرواہ شکر کی ہے

میں خانہ زاد کہنہ ہوں صورت لکھی ہوئی
بندوں کنیزوں میں مرے مادر پدر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

معراجِ نظم نذرِ گدا بحضور سلطانِ انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء

در تہنیت شادیٔ اَسرا

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے	نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے
بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک	مَلک فلک اپنی اپنی لے میں گُھر عنادل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں	اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چٹکی	وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے
نئی دولہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا	حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگوں لاکھوں بناؤ کے تھے
نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے	سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلّیِ ذاتِ بحت کے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے	وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر	پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے
دولہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے	غلافِ مُشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسنِ تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں	صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے
نہا کے لہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا	کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے
پرانا پُر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا	ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں	ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے
خدا ہی دے صبر جانِ پر غم دِکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم	جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جِناں کا دولہا بنا رہے تھے
اُتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا	کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے	نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے
بچا جو تلوؤں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن	جنھوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے
خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی	وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے
تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور	دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن	مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سَر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک! گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اُرا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجومِ امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امڈ کے جنگل ابل رہے تھے

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھنا مٹے تھے

براق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و اَفلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب الٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی ٹپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ ڈھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چُھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چُھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دَم تیور آ گئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اُڑے تو اُڑنے کو اور دَم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہا مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بیخود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر اُن کے قدموں کا پاؤں بوسا یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مَل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت — تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجد — نثار جاؤں یہ کیا صدا تھی، یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی — کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِیْ کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے — پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سُراغِ اَین و مَتٰی کہاں تھا نشانِ کیف و اِلٰی کہاں تھا — نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا — جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے — جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر اُن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا — تنزلوں میں ترقی افزا دَنَا تَدَلّٰی کے سلسلے تھے

ہُوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا — دَنَا کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا — بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصرِ دَنَا کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے — وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا — گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوطِ واصل — کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکّر میں دائرے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے — عجب گھڑی تھی کہ وصل و فُرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں — بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر — اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ اِمکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو — محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اُدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اِدھر سے انعامِ خسروی میں — سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شُنیدن — یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سُنی تھی سن چکے تھے

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا — چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اِس قمر کے قدم گئے تھے

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی — جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکئے — یہ جوشِ ضدّین تھا کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لئے تھے

نبیِٔ رحمت شفیعِ امت رضا پہ للّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے داں بنے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

رباعیات

آتے رہے انبیاء کَمَا قِیْلَ لَھُمْ
وَ الْخَاتَمُ حَقُّکُمْ کہ خاتم ہوئے تھے
یعنی جو ہُوا دفترِ تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ

شب لحیہء شارب ہے رُخِ روشن دن
گیسو و شب قدر و براتِ مومن
مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں
وَ الْفَجْر کے پہلو میں لَیَالٍ عَشْرٍ

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

بوسہ گہِ اصحاب وہ مہرِ سامی
وہ شانہء چپ میں اس کی عنبر فامی
یہ طرفہ کہ ہے کعبہء جان و دل میں
سنگِ اسود نصیبِ رکنِ شامی

کعبہ سے اگر تُربتِ شہ فاصل ہے
کیوں بائیں طرف اس کے لئے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان کیا
سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقدِ دل ہے

تم جو چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے
کیونکر کہوں ساعت سے قیامت ٹل جائے
للہ اٹھا رُخِ روشن سے نقاب
مولیٰ مری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

یاں شبہِ شبیہ کا گزرنا کیسا
بے مثل کی تمثال سنورنا کیسا
ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام
تصویر کا پھر کہئے اترنا کیسا

یہ شہ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں
تصویر کھنچے اُن کو گوارا ہی نہیں
معنی ہیں یہ مانی کہ کرم کیا مانے
کھنچنا تو یہاں کسی سے ٹھہرا ہی نہیں